۸۵واں باب

ایک بار پھر سبق دہرائیں

۸۶: سُوْرَۃُ الرَّعْد [۱۳ – ۱۳: وَمَآ أُبَرِّئُ]

۶۱ کائنات کی تخلیق، اللہ کی حاکمیت پر شاہد ہے

۶۲ مشرکینِ مکہ کی زندگی منافقت سے پاک تھی

۶۳ عذاب کی نشانی کا مطالبہ

۶۴ عذاب تو بس اس طرح تُلا کھڑا ہے جیسے پورے دنوں کی حاملہ خاتون

۶۷ گرجتے بادل اور کڑکتی بجلیاں، شرکیہ تہمتوں پر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں

۶۸ کائنات کی ہر چیز اللہ کے خالق ہونے کی گواہی دے رہی ہے

۶۹ ابرِ باراں حق و باطل کی کش مکش پر تمثیل ہے

۶۹ اللہ کے پسندیدہ بندے، اُولوا الألباب اور اُن کے اوصاف

۷۰ حق و باطل کی کش مکش میں حصہ لینے والے اہلِ حق کی شان اور اُن کا مرتبہ

۷۱ اہلِ ایمان کا اطمینانِ قلب اور اللہ پر بھروسہ

۷۲ آئمۃ الکفر کے لیے معجزہ کار آمد نہیں وہ عذاب کا مزہ ضرور چکھیں گے

۷۳ قرآن کی تصدیق کرنے والے سابق اہلِ کتاب بالخصوص نصاریٰ کی توصیف

۷۴ تمام رسول بہر طور بشر ہی تھے اور اسی طرح خاتم النبیین ﷺ بھی

۷۶ اختتامِ کلام: منکرین کو دنیا ہی میں جلد ناکامی کی وارننگ

۸۵واں باب

ایک بار پھر سبق دہرائیں

سُوۡرَۃُ الرَّعۡد کے ذریعے افہام بھی اور تنبیہ بھی

اللہ کے نبی ﷺ کو لوگوں کو پکارتے ہوئے، گزشتہ ماہ ذوالحجہ میں گیارہ سال مکمل ہوئے اور اب بارہویں سال کا آغاز ہے، حالات کا ایک جائزہ ہم پچھلے سے ماسبق باب میں لے چکے ہیں، مختصر یہ کہ بظاہر سردارانِ قریشِ مکہ نے اہلِ ایمان کو مکہ میں سختی سے دبایا ہوا ہے اور وہ قبائلی روایات و نظام کے مطابق ہر فرد کو حاصل عزت واحترام کے ساتھ معروف معاشرتی حقوق سے بھی محروم ہیں، حد یہ ہے کہ مکہ میں نبی کریم ﷺ، بنو ہاشم کے ایک معزز فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ اجنبیوں کی مانند مطعم بن عدی کی پناہ میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ ﷺ کی موجودگی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارک کا ایک ایک لمحہ اِن متکبر منکرین پر بھاری ہو رہا ہے۔ ظاہر بین نظروں کو دور دور غلبۂ دین، اللہ کی نصرت، اہلِ ایمان کے غلبے اور اُن وعدوں کے وفا ہونے کی توقع نہیں ہے جو قرآن پہلے سال سے کرتا آرہا ہے اور نہ ہی منکرین پر عذاب کے اُس کوڑے کے برسنے کے کہیں آثار نظر آرہے ہیں جس کی وعید محمد ﷺ مستقل سُناتے رہے ہیں، منکرین پوری تعدی کے ساتھ مطالبہ کر رہے ہیں کہ لاؤ وہ عذاب جس کی دھمکیاں دیا کرتے ہو! اِن حالات میں سِوائے اس کے کہ مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں ایمان کی کچھ شمعیں روشن ہوئی ہیں، یمن اور حبش بھی اہلِ ایمان کے لیے اپنی آغوش وا کیے ہوئے ہیں مگر خود مکہ میں کوئی قابل اطمینان صورتِ حال نظر نہیں آتی ہے۔

یہ وہ حالات ہیں جن میں سُوۡرَۃُ الرَّعۡد دین کی دعوت کو دہراتی ہوئی بہت جلد کام یابی کی بشارتوں کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ سیرت النّبی ﷺ کے مطالعے میں یہ سورۃ ایک ایسا علمی اور تاریخی شہ پارہ ہے جس پر غور کیے بغیر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مراحل اور آپؐ کی برپا کردہ

شدید کش مکش و مہم کو کماحقہٗ نہیں سمجھا جا سکتا۔ امی جان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات کہ قرآن ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ ہے، یہاں اپنے پورے جلال و شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اِس سورہ کے کچھ ہی عرصے کے بعد نازل ہونے والی سورہ یوسف بھی انھی حالات میں یوسف علیہ السلام کے واقعات زندگی سے مثال دے کر یہی سمجھاتی ہے کہ آخر کار کام یابی اللہ کے نبی ہی کو ملنی ہے، قریش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہو کر ایسے ہی معافی طلب کرنا پڑے گی جس طرح بدخواہ بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کے سامنے کرنی پڑی تھی۔ قرآن کی تنزیل نے جاہلیت [مشرکانہ فلسفہ پر قایم وحی سے بے گانہ دنیاپرستانہ طرزِ زندگی] اور اسلام کے درمیان جو کش مکش برپا کی تھی اُس میں آخری کام یابی اہلِ ایمان کی ہے، اللہ پر اُن کی نصرت واجب ہے اور دین کو غالب ہونا ہے سو ہونا ہے۔ اب جبریلِ امین جو خطبہ سورۃ رعد کی صورت میں لے کر آئے ہیں، وہ پوری قوت کے ساتھ عقل و فطرت کے دلائل سے اسی بات کو بیان کر رہا ہے۔

۸۶: سُوْرَةُ الرَّعْد [۱۳ — ۱۳: وَمَا أُبَرِّئُ]

[نزولی اعتبار سے ۸۶ ویں، مصحف میں ۱۳ ویں نمبر پر، ۱۳ ویں پارے وَمَا أُبَرِّئُ میں درج سُوْرَةُ الرَّعْد]

کائنات کی تخلیق، اللہ کی حاکمیت پر شاہد ہے

اس سورۃ میں مخاطبین سے گفتگو کا آغاز آخرت کی یاددہانی پر ایک آسان دلیل سے ہوتا ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ الٓمّٓرٰ، یہ الکتاب [کتابِ الٰہی، قرآن مجید] کی آیات ہیں، اور جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ کاملاً و خالصتاً حق ہے، مگر اے محمدؐ، تمھاری قوم کے اکثر لوگ اِس کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر قایم کیا، جو تم کو نظر آتے ہوں، پھر وہ اپنے تختِ سلطنت [عرش] پر متمکن ہوا، اور اُس نے سورج اور چاند کو ایک ضابطے کا پابند بنایا۔ ان میں سے ہر ایک، ایک طے شدہ وقت کے لیے گشت کر رہا ہے اور اللہ ہی اِس ساری کائنات کی منصوبہ بندی اور انتظام فرما رہا ہے۔ وہ اپنی تخلیق اور حاکمیت پر شاہد نشانیاں اور دلیلیں وضاحت و تفصیل سے بیان کرتا ہے، شاید کہ تم اپنے مالک سے مرے پیچھے ملاقات کا یقین کرو! ....

مفہوم آیات ۱ تا ۲ ....

نوع بہ نوع ذائقے کے پھل خالق کی عظمت اور بڑائی کو بیان کرتے ہیں

اور اللہ ہی تو ہے جس نے یہ زمین کا فرش بچھایا ہے، پھر اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑے ہیں اور نہریں [دریا اور ندیاں بھی] بہادی ہیں اور اس زمین میں ہر طرح کے پھلوں کی دو دو قسمیں پیدا کی ہیں، اور وہی دن کو رات سے ڈھانپتا ہے۔ اس سارے عالمِ تخلیق اور کار گہی میں خالق کی پہچان کے لیے اور غور و فکر سے کام لینے والوں کے واسطے بڑی واضح نشانیاں ہیں۔ اور دیکھو، زمین میں پاس، پاس مگر علیحدہ، علیحدہ رقبے ہیں کہیں انگور کے باغ ہیں تو کہیں کھیتیاں ہیں، کہیں کھجور کے درخت ہیں جن میں کچھ معمولی ہیں اور کچھ جڑواں! سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر [ذائقے میں] ہم کسی پیداوار کو برتر بنادیتے ہیں اور کسی کو کم تر! عقل سے کام لینے والوں کے لیے اس کار گزاری میں بڑی نشانیاں ہیں۔ .... مفہوم آیات ۳ تا ۴

مخالفتِ قریش کا ایک سبب یہ تھا کہ مشرکینِ مکہ کی زندگی منافقت سے پاک تھی

آنے والی آیات کی تلاوت قاری کو اُس ماحول میں لے جاتی ہے، جس میں نبی ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشرکانہ جاہلیت کے مقابلے میں دینِ حق کی سربلندی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ سیرت النبیؐ کے موضوع پر بیسیوں اور سینکڑوں کتب کا مطالعہ اُس ماحول سے وہ واقفیت بہم نہیں پہنچاتا جو اِن چند آیات کی تلاوت کے ذریعے آپ کو اُس تاریخی کش مکش میں ڈوب کر نکلنے سے حاصل ہوتی ہے۔افسوس یہ ہے کہ اسلام کی دعوت کا مزا اس کے داعیان نے فی زمانہ چکھا ہی نہیں ہے، کوئی اس کی علمی جہت کو، کوئی عبادات اور ضبطِ نفس کو کوئی اس کے معاشرتی و معاشی اصلاحی پہلو کو لے کر کھڑا ہے؛ وحی سے بے گانہ جاہلیت کی ہر ادا کو چیلنج کر کے توحید کی وہ بے لاگ دعوت جو نبی ﷺ نے دی تھی اور جس طرح دنیا کو ترک کر کے آخرت کو ترجیح دینے کے لیے پکارا تھا، وہ دعوت مفقود ہے، نتیجتاً لوگ منکرین و مخالفین کے اُس روّیے سے ناآشنا رہتے ہیں، جس سے دورِ نبوت میں نبی ﷺ کو سابقہ پیش آیا تھا۔ منکرین، آخرت کا تذکرہ سُن، سُن کر اظہارِ تعجب کرتے تھے، اس لیے کہ اُن کو آخرت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے پکارا جارہا تھا، دورنگی سے پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی ٹیم اُن کے سامنے تھی جس نے مثال بن کے دنیا کو بیچ کر آخرت کا سودا کیا تھا۔ نبی ﷺ کی مخالفتِ قریش کا سبب یہ تھا کہ منکرین تکبر کے مارے تھے اور دنیا پرستی میں

اتنے غرق تھے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرکے بندگی رب اور اطاعتِ رسول اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ وہ معاشرے میں حاصل مقام، مادر پدر آزادی، نفس کی لذتوں اور انسانوں پر خدائی کے حق سے محروم ہونے کے لیے تیار نہیں تھے، اُن کے نفس نے اُن کو یہی سکھایا تھا: بابربہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود آخرت کو تسلیم کرنے کے لوگوں کی زندگی کی ایک ایک اَدا اُسی عالم دوبار نیست کے فلسفے کی گواہی دیتی ہیں۔ خلافت کے خاتمے اور پھر اسلامی معاشروں کی یورپی جاہلیت کے زیرِاثر غلامی نے گل کھلائے ہیں اور باپ دادا سے چلی آتی زندگیوں میں منافقت اور دورنگی ایسی راسخ ہوگئی ہے کہ لوگ اُس چیز پر ایمان کا اعلان کرتے ہیں جس کا اُنھیں ایسا سچا یقین نہیں ہے جو اُنھیں اُس کے کم ترین تقاضے پورے کرنے پر آمادہ کر سکے۔ مشرکینِ مکہ کی زندگی اِس منافقت سے پاک تھی جس سے آج کے ناچار مسلمان شو دوچار ہیں۔ چناں چہ مشرکینِ مکہ برملا قیامت کے تذکرے اور مرے پیچھے اُٹھائے جانے کے ذکر پر تعجب کا اظہار کرتے اور ہنسا کرتے تھے، یہ وہ روّیہ تھا، جس روّیے کا ذکر قرآن یہاں کر رہا ہے اور انجام سے ڈرا رہا ہے۔

> اب اگر تمھیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ تعجب ہے کہ جب ہم مر کے مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر سے پیدا کیے جائیں گے!! یہ باتیں بنانے والے وہ ہیں جو اپنے مالک کے ناشکرے اور انکاری ہیں۔ اِن منکرین کی گردنوں میں کبر و انکار کے طوق پڑے ہوئے ہیں[9]۔ یہی اہلِ دوزخ ہیں جو دوزخ میں ہمیشہ، ہمیشہ رہیں گے۔ .... مفہوم آیات ۵تا۶

عذاب کی نشانی کا مطالبہ

داعیانِ حق جب اپنی قوم کو جاہلیت پر مُصر پاتے ہیں تو اُنھیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں، جس کو وحی سے ناآشنا، شرک کے خوگر، دنیاپرست متکبرین، سوسائیٹی میں اپنے مرتبے و مقام کے لیے ایک چیلنج سمجھ لیتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں کہ بابا، وہ عذاب

9 نبی کریم ﷺ کی قریش نے اتنی سخت مخالفت کیوں کی؟ محققین نے اس باب میں بہت سارے جواب دیے ہیں جن کا خلاصہ جناب ڈاکٹر نثار احمد صاحب [سابق ڈین فیکلٹی آف آرٹس، جامعہ کراچی] نے اپنی تصنیف "مخالفت قریش کے اسباب" میں پیش کیا ہے اور اس سوال کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہ سیرت پر ایک جامع کتاب بن گئی ہے۔ قرآنِ کریم اس سوال کا ایک جامع ترین جواب یہ دیتا ہے کہ اپنے مالک کی ناشکری، اُس کا انکار اور اِن کی گردنوں میں کبر و غرور کے طوق ہیں جو ان کی مخالفتِ حق کا سبب ہیں۔

جلدی لاؤنا! سنتے، سنتے ہمارے کان پک گئے، تمھارے عذاب کا جہاز آخر کب لنگر انداز ہو گا؟۔ یہ وہ طعنہ ہے جو ہر نبی کو جاہلوں نے دیا ہے، یہی بات قریش نے نبی ﷺ کے انذار کے جواب میں کہی اور آج بھی جدید جاہلیت کے علم بردار یہی کہتے ہیں۔ اِن طعنوں کی بوچھاڑ میں رواں کاروانِ نبوت کے رہ نُما ﷺ کے پاس جبریلِ امین آیاتِ مبارکہ لے کر آتے ہیں۔

یہ لوگ دنیا اور آخرت کی بھلائی کی خواہش و طلب کے بجائے تمھارے ڈراوے کے جواب میں عذاب کا مطالبہ کر کے، بُرائی کے لیے جلدی مچا رہے ہیں! [چہ عجب] حالاں کہ ان سے پہلے جو قومیں اس روش پر چلی ہیں ان پر اللہ کے عذاب کی نظیریں سامنے ہیں۔ [اے محمدؐ، اللہ، قہار و جبار کے روبرو لوگوں کی اس جرأت کی] حقیقت بس یہ ہے کہ تیرا رب لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود در گزر اور معافی سے کام لینے والا ہے۔ مگر یہ بھی یقینی حقیقت ہے کہ تیرا رب سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ یہ منکرین کہتے ہیں کہ اِس شخص کو اِس کے رب کی جانب سے ہمیں یقین کرنے کے لیے عاجز و مجبور کر دینے والی کوئی چیز کیوں نہ ملی۔ اے محمدؐ سنو، تم تو صرف اور صرف خبر دار کر دینے والے رہ نما ہو،[1] اور ہر قوم کے لیے اسی طور رہ نما آتے رہے ہیں.. مفہوم آیت ۷

عذاب تو بس اس طرح تُلا کھڑا ہے جیسے پورے دنوں کی حاملہ خاتون

اس سورہ کا یہ مقام دو طرح سے استدلال کرتا ہے پہلا یہ اپنے ماسبق کی گفتگو سے جڑ کر یوں

---

۱۰ **نبی کریم ﷺ کا کیا فریضہ تھا اور کتنے اختیارات تھے؟**

یہ آیہ مبارکہ اس سوال کا واضح جواب دے رہی ہے کہ اے محمدؐ، اِن کے روز، روز کے معجزوں کے مطالبوں کی پروا نہ کرو، تمھارے اختیارات میں معجزے نہیں ہیں، یہ تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، تم صرف خبر دار کرنے والے ہو، جب بھی رسول بھیجے گئے اسی طور بھیجے گئے، اُن کو صاف بتا دیا گیا تھا کہ نہ تم اِن پر عذاب لا سکتے ہو اور نہ بتا سکتے ہو کہ عذاب کب آئے گا، وہی ایک اللہ ہی عذاب کو لا سکتا ہے اور اُس کے وقت کا صرف اُسی کو علم ہے۔ ایک طرف اللہ کے رسول کا عین کش مکش حق و باطل میں یہ رول ہے اور اس کش مکش میں اللہ کا یہ جواب ہے؛ اس جواب کے مقابلے میں، اگر آپ نام نہاد کشف و کرامات کے دین کے ملفوظات پڑھیں تو حیران رہ جائیں کہ کس طرح وہ انبیاء کے معجزوں سے بڑھ کر کرامات اور اپنی شان کی نشانیاں دکھانے پر قادر ہوتے ہیں، مُردوں کو زندہ کرتے ہیں، خانہ کعبہ اِن کی زیارت کو آ کر ان کا طواف کرتا ہے، یہ ہوا میں اُڑ کر دکھاتے ہیں اور پانی پر چلتے ہوئے دریا پار کر جاتے ہیں، نظر ڈالیں تو کتنے ہی صاحب کمال ہو جاتے ہیں؛ یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ بزعمِ خود وہ نبیوں سے زیادہ اللہ کے پیارے ہیں! سبحان اللہ تعالیٰ عما یصفون۔ اللہ اُن سب باتوں سے پاک ہے جو اُس پر بنائی جاتی ہیں۔

مخاطب ہے کہ تم چاہتے ہو کہ عذاب لا کر دکھایا جائے، کیا تمھارے اعمال، نبیؐ کے ساتھ تمھارا یہ ناروا روّیہ کیا اس بات کا مطالبہ نہیں کرتا کہ تم پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے؟ تمھارا طرزِ عمل تو ایک پورے دنوں کی حاملہ کا سا ہے کہ، اُس کی ہئیت دیکھ کر ہر ایک اندازہ کر لے کہ اب اُس کے یہاں ولادت قریب ہے یا بس ابھی ہو جائے، کسی کو قطعی گھنٹے اور منٹوں کا علم نہیں کہ کب کتنے بجے ہو جائے گی، یہی معاملہ عذاب کے آنے کا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کا دوسرا استدلالی پہلو اُس وقت سامنے آتا ہے جب ہم اس کو بعد کی آیت کے ساتھ ملا کر غور کرتے ہیں۔ جہاں اللہ کی شان اس کے لا متناہی علم اور نگرانی، باآواز بلند اور چپکے چپکے کی گئی باتوں سے آگہی، دن، رات بندوں سے سرزد ہونے والے نیک اعمال اور برے کرتوتوں سے واقفیت کا ذکر ہے۔ وہاں اُس کی صنّاعی اور آگہی کے عالم کا یہ ذکر ہے کہ وہ کائنات میں ایک ایک مادہ کے رحم میں، نر و مادہ کے حقیر مادّوں کے ملاپ سے ترتیب پانے والے کیڑے [جسے ابتدا میں جنین کہتے ہیں] کے اندر جو، جو گھٹتی بڑھتی تبدیلیاں آتی ہیں، جو جو اعضا ترتیب پاتے ہیں، جو شکلیں بنتی ہیں، جو اوصاف اور صلاحیتیں ودیعت ہوتی ہیں، اُن سب کا تعین کرنے والا بس ایک وہی ہے، تم اُسے بھلا کر، اُس کا انکار کر کے، اُس سے بغاوت کر کے کہاں جا سکو گے؟ جب مالک الملک اپنے کلام مجید میں یہ فرماتا ہے کہ ایک ایک مادہ کے رحم میں واقع حمل.......... تو میں اپنے علم کی بے بضاعتی کے احساس کی جانب ہوتا ہوں، سچی بات تو یہ ہے کہ اس بے بضاعتی کا بھی ایک خفیف سا احساس ہی ممکن ہے کہ خود یہ بے بضاعتی بھی اتنی لا متناہی ہے کہ جس کا احساس و ادراک مخلوق کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ انسانوں کے درمیان علمِ حیاتیات [zoology] تو اللہ کی لا تعداد جان دار مخلوق [انسانوں سے ماسوا مویشیوں، جنگلی جانوروں، سانپوں اور اژدہوں سے وہیل مچھلیوں تک اور کیڑوں مکوڑوں سے جراثیم اور وائرس] میں سے بس کچھ ہی کو گن پایا ہے جن کے عملِ تخلیق کو اللہ اپنے منصوبے اور ارادے سے جاری رکھے ہوئے ہے، جہاں وہ ایک، ایک جانور کے قد و قامت، آنکھوں اور بالوں کی رنگت سے لے کر ذہانت اور اس زمین پر اُس کو تفویض کردہ کردار [Role]، اُس کے مرنے کھپنے کی جگہ کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ اُس اللہ کی شان ہے جس کے مقابلے میں جاہلیت کا مارا انسان عَلمِ بغاوت بلند کرتا ہے اور اُس کے خود ساختہ شریک ڈھونڈتا ہے اور کوئی نہ ملے تو اپنی عقل کو، اپنے نفس کو اور دنیا کی لذتوں ہی کو اپنا الٰہ بنا لیتا ہے سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون

[اللہ کا علم انسانوں کی سرحدِ ادراک سے بھی آگے ہے] وہ ایک ایک مادہ کے حمل سے واقف ہے۔ رحمِ مادر میں جو کچھ بنتا ہے اُس [کی کمیت اور کیفیت] کو جانتا ہے اور گزرتے لمحات میں جو کچھ اُس میں کمی یا بیشی [تیار ہونے والے جنین کی جسمانی اور ذہنی لحاظ سے] ہوتی ہے، اُس سے بھی وہ ہر آن باخبر رہتا ہے۔ اُس کے یہاں کائنات میں ہر چیز ایک منصوبے [تقدیر] پر طے شدہ انجام کی جانب جا رہی ہے۔ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ ذی شان، بزرگ و برتر ہے''۔ اس کا علم اور نگرانی یکساں طور پر تمھاری با آواز بلند اور چپکے چپکے کی گئی گفتگو پر حاوی ہے، اور اسی طرح رات کی تاریکی میں چھُپ کر یا دن کی روشنی میں چلنے والے پر بھی محیط ہے۔ ہر فردِ انسانی کے آگے اور پیچھے اس کی حرکات و سکنات پر نگہبان، اللہ کے حکم سے پہرہ دینے پر مامور ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی گروہ یا قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود [جاہلیت سے باز آکر توحیدِ خالص کے مطابق] اپنے روّیے کو نہ تبدیل کر لے [لٰہذا اللہ کے رسول اور اُس کے ہم راہ اللہ کے کلمے کی سربلندی میں مصروف نفوسِ قدسیہ کی ٹیم کو اپنے مشن کی کام یابی کے لیے بے تابی مناسب نہیں]۔ منکرین جان لیں کہ جب شرک کی پاداش میں اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں شامت زدہ قوم کا کوئی [جھوٹا معبود] حامی و مددگار[۱۲] ہو سکتا ہے۔ .... مفہوم آیات ۸تا۱۱

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ قرآن مجید کی یہ آیت یوں بڑی مظلوم ہے

---

۱۱ وہ ذی شان اور بزرگ و برتر اللہ جس کے علم کا اندازہ کرانے کے لیے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی مثالیں دی گئیں، جب کائنات کی ایک ایک چیز کی منصوبہ بندی کر رہا ہے تو وہ ہی تمھارے اوپر عذاب لانے کے وقت کا تعین کرے گا، تمھارے طلب کرنے سے نہیں آئے گا اور نہ ہی رسول اس پر قادر ہے، ایک بات بس واضح ہے کہ وہ عزیز و حکیم تمھارے اوپر رحم فرما رہا ہے، تمھیں توبہ کی مہلت دے رہا ہے اور دوسری بات یہ کہ تمھارا روّیہ، عذابِ الٰہی کو اپنے پیٹ میں لیے پورے دن کی حاملہ کی مانند ہے کہ نہ جانے کب زچگی ہو جائے، اللہ ہی اُس کا یقینی وقت جانتا ہے!

۱۲ ایک اللہ ہی ہے جو مافوق الاسباب انسانوں کی مدد کرتا، مشکلیں دور کرتا ہے، انسان نے جن لوگوں کو داتا، دست گیر اور مشکل کشا کے نام دے دیے ہیں، یہ محض نام ہیں، اللہ نے اِن کے لیے کوئی سند نہیں اُتاری۔ یہ گزرے ہوئے لوگ دنیا میں نہ کسی کی مشکل دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو اولا اور مال و دولت دے سکتے ہیں۔ چہ جائے کہ یہ دنیا میں شامت زدہ قوم کو اللہ کے عذاب سے بچائیں، یا قیامت میں نارِ جہنم سے کسی اپنے نام کی نذر نیاز کرنے والے کو چھڑا لیں۔ یہی حال سیاسی اور مذہبی لیڈروں کا ہے جن کی اتباع میں انبوہِ کثیر گم راہی کے راستے پر بگٹٹ دوڑتا ہے، یہ کبھی اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کسی کے حامی و مددگار نہیں۔

کہ ہر طرح کے مقررین زورِ بیان دکھانے کے لیے اس کو جا بے جا اپنی بات کے استدلال کے لیے، استعمال کرتے ہیں۔ اس کو جا بجا دہرانے والوں کی بیشتر اکثریت وہ ہے جس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ کس پسِ منظر میں کس بات کو واضح کرنے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ بات اپنے نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر نازل کی تھی۔ اس سے یوں استدلال ہوتا ہے گویا اللہ کو قوموں کی سیاسی، معاشی اور صنعتی ترقی سے بے انتہا دلچسپی ہے اور وہ کسی قوم کو وہ اُس وقت تک عطا نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم خود اُس کو حاصل کرنے کے لیے آمادہ و کوشاں نہ ہو اور اپنے اندر ضروری تبدیلیاں نہ پیدا کر لے۔ یہ بات فی نفسہٖ تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہیں کہی، یہاں مالک الملک جو بات فرما رہا ہے اُس کے مخاطب خود رسولِ اکرم ﷺ اور وہ مؤمنین و مخلصین ہیں جو اس بات پر آزُردہ ہیں کہ اُن کی قوم شرک و جاہلیت سے پلٹ کر توحید اور نورِ وحی کی طرف کیوں نہیں آتی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ آزُردہ نہ ہو، بلا شبہ اللہ مقلب القلوب ہے، اُس کے بس میں ہے کہ سب کو ایمان سے نواز دے اور یہ سارا شور و غوغا اور مخالفت ختم ہو اور اللہ اپنے دین کو سربلند کر دے۔ بلاشبہ یہ ممکن ہے، مگر اُس کی سنت یہ نہیں ہے، یہ بات تخلیق کائنات کے اغراض و مقاصد کے خلاف ہے وہ اپنے بندوں کا امتحان لے رہا ہے اور اس امتحان میں اُسی قوم کے بندے کام یاب ہوتے ہیں جو جاہلیت سے باز آ کر توحیدِ خالص کے مطابق اپنی زندگی کو تبدیل نہ کر لیں۔ مکہ میں اللہ نے اپنے نبی کو پیدا کیا، وہاں لوگوں نے اپنی زندگیوں کو وحی کی اتباع میں تبدیل کرنے پر آمادگی نہ دکھائی تو وہ پیچھے رہ گئے؛ اہلِ مدینہ نے آگے بڑھ کر اپنی زندگیوں اور اپنی بستی میں اس انقلاب کو قبول کر لیا اور وہ کام یاب ہو گئے۔

گرجتے بادل اور کڑکتی بجلیاں، شرکیہ تہمتوں پر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں

وہ اللہ ہے جو بارش کے دوران آنکھوں کو چندھیانے والی بجلیاں دکھاتا ہے جن سے تمھیں خوف بھی آتا ہے اور اُمید بھی بندھتی ہے۔ وہی ہے جو پانی بھرے بھاری [سمندر کے سمندر] بادلوں کی شکل میں اوپر اُٹھاتا ہے۔ بادلوں کی گرج اُس کی تعریف و شکر کے ساتھ ہر شرکیہ تہمت سے اُس ذات کی پاکی بیان کرتی ہے اور ملائکہ اُس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اُس کی [اُن ساری شرکیہ تہمتوں سے جو انسان اللہ پر لگاتا رہا ہے] پاکی بیان کرتے ہیں۔ وہ بجلیوں کو کڑکڑاتا ہے اور کبھی یہ کڑک دار بجلی،

جن پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرادیتا ہے جب وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں، اور وہ بڑی ہی زبردست قوت والا ہے۔ اسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دُوسری ہستیاں جن کی اللہ کو چھوڑ کر دُھائی دی جاتی ہے، اُن کی منّتوں اور دعاؤں کی قبولیت اور عنایت تو کجا، اُن کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں [سُن بھی نہیں سکتیں]۔ انھیں پُکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ وہ اس کے منہ میں آجائے حالاں کہ یوں تو وہ پانی اُس کے منہ تک ہر گز پہنچنے والا نہیں! بس اسی طرح جھوٹے معبودوں کے حضور منکرین کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں، مگر ایک سعی لاحاصل ! .... مفہوم آیات ۱۲ تا ۱۴

کائنات کی ہر چیز اللہ کے خالق ہونے کی گواہی دے رہی ہے

زمین اور آسمان کی ہر چیز چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے اللہ ہی کو سجدہ کر رہی ہے [۱۳] [تابع فرمان ہے] اور صبح و شام سب چیزوں کے سائے آگے بڑھ کر اُسی کے آگے جُھکتے ہیں [تابع فرمان رہنے کی گواہی دیتے ہیں] اِن منکرین سے پوچھیے کہ آسمان و زمین کا رب [مالک و پروردگار] کون ہے؟........ بلا خوفِ تردید کہہ دو کہ اللہ! پھر ان سے پوچھیے کہ جب واقعہ یہ ہے تو پھر کیوں تم نے ایک اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستیوں کو اپنا کارساز اور حمایتی ٹھہرالیا ہے جو خود اپنی ذات تک کے لیے بھی کسی سود و زیاں کا اختیار نہیں رکھتیں [۱۴]؟ کہو، کیا نابینا اور بینا برابر ہوتے ہیں؟ اِن منکرین و مشرکین سے دریافت کیجیے کہ کیا اجالا اور اندھیرا یکساں ہوتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں، اور ہر گز ایسا نہیں ہے تو پھر کیا اِن کی ٹھہرائی ہوئی اللہ کی ہم سر ہستیوں نے بھی اللہ کی طرح کچھ پیدا کیا ہے کہ جس کی بنا پر تخلیق کے معاملے میں یہ الجھن میں پڑ گئے ہیں کہ کس کو خالق تسلیم کریں؟....... برملا یاد دلاؤ کہ ہر چیز کا خالق صرف ایک اکیلا اللہ ہے، زبردست قہر والا.. مفہوم آیات ۱۵ تا ۱۶

---

۱۳ یعنی ہر چیز کے لیے جو اس کائنات میں رول / کردار مقرر کیا ہے وہ اُس کو خواہی نخواہی انجام دے رہی ہے۔ وہ سورج چاند ہوں یا سمندر اور بادل، چیل اور گدھ ہوں یا ہاتھی اور چیونٹیاں، سب ہی اپنے لیے تفویض شدہ کاموں پر جُتے ہوئے ہیں، یہی اِن کا سر بسجود رہنا ہے، باقی اللہ ہی جانتا ہے کہ کس طور ہر چیز اُس کی تسبیح اور اُس کو سجدہ کرتی ہے۔

۱۴ یعنی اس غلط فہمی میں بھی نہ رہو کہ اللہ کے ہاں کوئی پیر یا فقیر، یا کوئی اگلا پچھلا بزرگ، یا کوئی جن یا فرشتہ ایسا زور آور ہے کہ تم خواہ کچھ ہی کرتے رہو، وہ تمھاری نذروں اور نیازوں کی رشوت لے کر تمھیں تمھارے بُرے اعمال کی پاداش سے بچالے گا۔ [تفہیم القرآن]

ابرِ باراں حق و باطل کی کش مکش پر تمثیل ہے

اُسی اللہ نے آسمان سے پانی برسایا تو ہر ندی نالہ اپنی گنجایش کے بقدر پانی کو لے کر چل نکلا پھر سیلاب بنا، جھاگ اوپر آ گئے، اِسی طور زیور یا دوسرا ساز و سامان بنانے کے دوران دھاتوں کو آگ میں پگھلانے کے عمل میں بھی جھاگ اوپر اُٹھتے ہیں۔ اللہ حق اور باطل کو ٹکراتا ہے تو جو بے مصرف جھاگ [ابو جہل اور نضر بن حارث کی بکواس] ہے وہ اُڑ جایا کرتا ہے [15] اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے [یعنی دعوت حق] وہ زمین

میں تمکنت اور قرار پاتی ہے۔ اس طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے خالق و مالک کے رسول کی جانب سے پیش کردہ دعوتِ توحید کو قبول کر لیا ہے، انجامِ کار وہی جیتیں گے اور جنھوں نے حق کو رَد کر دیا ہے، وہ اگر زمین کے سارے وسائل کے بھی مالک ہوں اور اتنے ہی اور فراہم کر کے اللہ کی پکڑ سے بچنے کے لیے سب کو فدیہ میں دیں تب بھی خلاصی نہ ہو گی، اُن کا کڑا احتساب ہو گا، آخر کار وہ شکست خوردہ، جہنّم میں اپنا ٹھکانا پائیں گے، کیا ہی بُرا ٹھکانا!! .... مفہوم آیات ۱۷ تا ۱۸

اللہ کے پسندیدہ بندے، أُولُوا الْأَلْبَابِ اور اُن کے اوصاف

یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ایک صاحبِ ایمان، دانش مند جو تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہدایت کو حق جانتا ہے، ان منکرین کی طرح اندھا ہو جو اس حق کی معرفت کا ادراک ہی نہ کر سکے؟ نصیحت تو دانش مند لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں۔ صاحبانِ ایمان کے اوصاف تو یہ ہوتے ہیں:

- اللہ کے ساتھ اپنے مضبوط باندھے عہد کو پورا کرتے ہیں، اُسے توڑ نہیں ڈالتے۔
- اللہ نے جن رشتہ داریوں کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے، انھیں برقرار رکھتے ہیں، قطع تعلق نہیں کرتے

---

۱۵ اس مکالمے میں جو حق و باطل کے درمیان جاری ہے ایک بات بہت واضح ہے کہ ایک جانب سے بہت ٹھوس بات بادلائل اور باوقار انداز سے کہی جا رہی ہے اور دوسری طرف سے پھکڑ بازی اور استہزا کے ساتھ بد اطواری اور غصہ میں منہ سے جھاگوں کے ساتھ بے سروپا باتیں ہیں۔ اللہ کی مرضی اگر شاملِ حال ہو تو انجام کار اِن منہ کے جھاگوں کو بیٹھ ہی جانا ہے۔ حق ہی کو تمکنت ملنی ہے۔ ہر زمانے میں جو لوگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں وہ اس مکالمے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ اِن کی با آواز بلند پھکڑ بازیوں سے رعب میں نہ آؤ۔ اور محمد ﷺ کے ساتھیوں کو جو ایمان و ایقان نصیب ہوا تھا، اِن آیات نے اُن کے حوصلے کتنے بڑھائے ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اُس معاشرے کے بلال و خباب رضی اللہ عنہما جیسے بے مایہ ابو جہل اور ولید بن مغیرہ کے سامنے ڈٹ جاتے تھے۔

- اپنے رب کی پکڑ کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں
- اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں ان کا کڑا حساب نہ لیا جائے
- اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لیے صبر [استقامت کے ساتھ ایمان کی راہ پر مداومت] سے کام لیتے ہیں
- پابندیِ وقت کے ساتھ اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے اور اُس کے نظام کے قیام کے لیے کوشاں رہتے ہیں،
- ہمارے دیے ہوئے مال و متاع میں سے [اللہ کی رضا اور لوگوں کو رغبت دلانے کی خاطر] بر سرِ عام اور چپکے چپکے بھی [اللہ کی رضا اور نفس کے شیطان کو زیر رکھنے کے لیے بھی] خرچ کرتے ہیں،
- کسی بھی جانب سے بُرائی کے جواب میں نیکی کر کے برائی کو دفع کرتے ہیں۔ آخرت میں ملنے والا ہمیشگی کا گھر ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے۔ مفہوم آیات ۱۹ تا ۲۲

حق و باطل کی کش مکش میں حصہ لینے والے اہلِ حق کی شان اور اُن کا مرتبہ

آخرت میں ملنے والا ہمیشگی کا گھر ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے۔ جو باغوں میں ان کی ابدی قیام گاہ ہو گا۔ کش مکشِ حق و باطل میں، اہلِ حق کے کیمپ کے یہ صاحبِ اوصاف جن کا تذکرہ کیا گیا نہ صرف خود اِن ابدی گھروں میں آباد ہوں گے بلکہ ان کے آباؤ اجداد اور اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے، جو جو نیکو کار ہیں وہ بھی اُن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ ملائکہ ہر دروازے سے اُن کے استقبال کے لیے آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ لوگوں پر سلامتی ہو، اس لیے کہ تم نے دُنیا میں حق و باطل کی کش مکش کے دوران ہر طرح کی ناسازگاری میں استقامت و مداومت سے حق کا ساتھ دیا۔ کیا ہی اچھا ہے یہ دارِ آخرت! رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور اُن رشتہ داریوں کو قطع کرتے ہیں جنھیں اللہ نے قایم رکھنے کا حکم دیا ہے اور جو فساد فی الارض کے موجب ہیں، لعنت ہے اُن کے لیے اور آخرت میں بہت بُرا ٹھکانا ہو گا۔ اللہ جس کی چاہتا ہے روزی وسیع اور کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نپا تُلا محدود رزق دیتا ہے۔ یہ باطل پرست دُنیوی زندگی میں مست ہیں، حالاں کہ دُنیا کی زندگی، آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مفہوم آیات ۲۳ تا ۲۶

اہلِ ایمان کا اطمینانِ قلب اور اللہ پر بھروسہ

اگلی آیات نبی ﷺ اور مخاطبین کے درمیان جاری کش مکش اور مکالمے کی ایک تصویر پیش کرتی ہیں۔ منکرین کی جانب سے عاجز کر دینے والی معجز نما نشانیوں کا مطالبہ ہے۔وہ ایمان لا کر نہیں دے رہے اور اپنی بساط بھر کوشش سے اس تحریک کو دبانے کی فکر میں پریشان ہیں،اس کے مقابلے میں اہلِ ایمان، دنیا کے ساز و سامان کی کمی اور اپنی کم تعدادی اور ہر طرح کا دباؤ اور ظلم سہنے کے باوجود ہشاش بشاش اور خوش و خرم و مطمئن ہیں۔کیوں کہ اطمینانِ قلب کا آج تک انسانوں کو ایک ہی نسخہ ملا ہے، وہ ہے اللہ کی یاد، سارے معبودانِ باطل سے کٹ کر، ایک اللہ پر اعتماد کرکے اور اُس کی رضا پر راضی ہو کے جو اطمینان و سکون ملتا ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ملتا...... أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

منکرین کہتے ہیں کہ محمدؐ کو اُس کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہ ملا؟ اے نبیؐ آپ کہیے کہ [بناؤ جو باتیں بنا سکتے ہو، تمھیں یہی زیب دیتا ہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ اپنے قانونِ ہدایت و گم راہی کے تحت] اللہ جسے چاہتا ہے گم راہ کر دیتا ہے [16]، وہ اپنی طرف صرف اُن ہی کی رہ نُمائی کرتا ہے، جو اُس کی طرف پلٹتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جان لو کہ دلوں کو حقیقی اطمینان تو بس اللہ ہی کی یاد سے نصیب ہوتا ہے پھر جو لوگ دعوتِ حق پر ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے اعمال کیے، اُن کے لیے آنے والے ایّام میں خوش خبریاں ہی خوش خبریاں ہیں اور ان ہی کے لیے اچھا انجام ہے۔ اے محمدؐ، [کسی ایسی نشانی کے بغیر جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں] ہم نے تم کو ایک ایسی قوم میں رسُول بنا کر بھیجا ہے جس میں اِن سے پہلے بہت سی نسلیں [اپنے درمیان کسی رسول کو دیکھے بغیر] گزر چکی ہیں، تمھاری رسالت اس لیے ہے کہ تم انھیں ہماری طرف سے جو وحی نازل ہو رہی ہے پڑھ کر سناؤ، اگرچہ یہ اپنے نہایت رحم کرنے والے پروردگار کے انکار پر اصرار کر رہے ہیں [17]، پھر بھی اِن سے برملا کہہ دو کہ میرا پالنے والا تو بس وہی ایک اللہ ہے، جس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، اُسی پر میرا آسرا ہے اور اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ... مفہوم آیات ۲۷ تا ۳۰

---

۱۶ بلا شبہ اللہ گم راہ کرتا ہے، مگر ایک ضابطے اور قانون کے تحت، وہ یہ کہ گم راہی اُنھی کے نصیب میں آتی ہے جو اس کو طلب کرتے ہیں، اللہ کی آیات پر غور نہیں کرتے اور نفس پرستی میں آگے نکل جاتے ہیں۔

۱۷ بنو اسماعیلؑ میں، اسماعیل علیہ السلام کے بعد سے بعثت محمدی ﷺ تک نبوت موقوف رہی۔

آئمۃ الکفر کے لیے معجزہ کار آمد نہیں وہ عذاب کا مزہ ضرور چکھیں گے

اور اگر کوئی ایسا قرآن نازل کیا جاتا جو پہاڑوں کو چلاتا، یا زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا، یا مُردوں سے کلام کرواتا، تب بھی منکرین ایمان نہ لاتے ہر چند کہ اِس طرح کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے، مگر نشانیاں دکھانے کا سارا اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے [جس کی یہ مرضی نہیں ہے]۔ کیا ایمان لانے والوں کو اس بات کے جاننے سے طمانیت نہیں ملتی کہ اگر اللہ چاہتا تو سب ہی کو ہدایت پر کر دیتا۔ جن لوگوں نے پروردگار کے ساتھ انکار اور ناشکری کا رویّہ اختیار کر رکھا ہے، اُن پر کوئی نہ کوئی آفت پاداشِ اعمال میں آتی ہی رہے گی [18]، یا ان کی رہایش گاہوں کے قُرب میں نازل ہوتی رہے گی، یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا یومِ موعود [روزِ قیامت] آ جائے، یقیناً اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔.. مفہوم آیت ۳۱

نبیوں کا ہمیشہ مذاق ہی اُڑایا گیا ہے

نبی ﷺ کا آج جو مذاق اُڑایا جا رہا ہے تو خود محمد ﷺ اور اہلِ ایمان جان لیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ گزشتہ رسولوں کا اسی طرح مذاق اڑایا گیا تھا، اور ساتھ ہی منکرین بھی سن لیں کہ تم نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا، تم سے قبل جو اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے تھے وہ بھی اسی طرح رسولوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ سارے ہی اگلے پچھلے منکرین ایک ہی مزاج کے رہے ہیں اور آج بھی ویسے ہی ہیں۔

اے نبی! تم سے پہلے جب بھی کبھی رسول آئے، اُن کی قوموں نے اُن کی ہنسی ہی اُڑائی، مگر میں نے کفر کرنے والوں کو ڈھیل دی، آخر کار اُن کو دھر لیا، عبرت لو کہ میرا عذاب کیسا رہا۔ اُس بزرگ و برتر اللہ کے مقابلے میں، جو ایک ایک فرد کی کار گزاری پر نظر رکھتا ہے یہ جسارت کہ لوگ اُس پر یہ تہمت لگائیں کہ اُس نے کچھ اپنے ہمسر اور شراکت دار ٹھہرا لیے ہیں؟ اے نبیؐ، اِن ظالموں

۱۸ اللہ کی انکاری اور باغی طاغی قوموں پر، کاملاً اُن کو ہلاک کرنے والے عذاب سے قبل پیہم چھوٹے عذاب مصیبتوں کی شکل میں آتے رہتے ہیں۔ جس کا ہم اپنے معاشروں میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ قریش پچھلے دنوں قحط سالی کے عذاب کا سامنا کر چکے ہیں، اور جلد ہی وہ دو سال بعد میدانِ بدر میں ایک قیامتِ صغریٰ کا سامنا کریں گے اور پھر پیہم کرتے رہیں گے تا آں کہ فتح مکہ کا موقع آ جائے گا۔

سے کہو کہ ذرا اُن کے نام لو کہ آخر وہ کون ہیں[19]؟ کیا تم اللہ کو ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہو، زمین میں جن کے وجود سے وہ بے خبر ہے! یا یوں ہی تم لوگ بے پر کی اُڑا رہے ہو۔ اِن کی اس جسارت کے پیچھے معاملہ یہ ہے کہ منکرین کے لیے اُن کی مکّاریاں اُن کی نظروں میں سجادی گئی ہیں اور یہ راہ حق سے روک دیے گئے ہیں، پھر جس کو اللہ گم راہ کر دے اُسے کون راہ دکھائے؟ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو انھیں اللہ کی پکڑ سے بچانے والا ہو۔.. مفہوم آیات ۳۲ تا ۳۴

قرآن کی تصدیق کرنے والے سابق اہلِ کتاب بالخصوص نصاریٰ کی توصیف

منکرین کو دنیا میں پیہم چھوٹے عذابوں سے خبر دار کرنے اور آخرت میں ہمیشگی کے عذاب کی وعید کے بعد اگلی آیات میں اہلِ ایمان کے لیے جنتوں کا وعدہ ہے، یوں بشارت وانذار کے سلسلے کے بعد منکرین کو توجہ اور صداقت کا یقین دلانے اور مؤمنین کی ہمت بندھانے کے لیے بتایا جارہا ہے کہ جن کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی، اُن میں جو انصاف پسند ہیں وہ اس قرآن کے نزول پر خوش ہیں۔ نبی ﷺ کی پیغمبرانہ جدوجہد کے اس مرحلے پر اس کی کام یابی یا کام کی نوعیت [achievement or status] کے بارے میں اس سے زیادہ مستند بات ہمیں تاریخ کی کتابوں میں کہیں نہیں مل سکتی۔ یہ غالباً حبشہ میں نجاشی اور بعدہٗ وہاں سے بیس نصرانیوں کے وفد کے قبول اسلام کی جانب اشارہ ہے۔ محمد ﷺ اور آپ کے رفقا کو نصرانیوں کی جانب سے کبھی اُس انداز کی تکلیف اور سازشوں کا سامنا نہیں ہوا جیسا کہ یہود کی جانب سے ہوا۔ نبوت کے چھٹے برس نصاریٰ کے وفد کے آنے کا تذکرہ سورۃ القصص کی آیات ۵۲ تا ۵۵ میں اس طرح ہے۔

جن لوگوں کو اِس سے پہلے ہم نے کتاب عطا کی تھی وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب یہ اُن کو سُنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اِس پر ایمان لائے، بلاشبہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، ہم تو اس کے نزول سے قبل ہی اس کو تسلیم کرنے والے ہیں؛ اِس استقامت کے بدلے میں اِن لوگوں کو دُہرا اجر دیا جائے گا۔ وہ بُرائی کے جواب میں بھلائی کرکے اُسے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ

۱۹ بناوٹی معبودان: گزرے ہوئے مختلف نیک وبد لوگوں کو مشرکین اپنا کارساز اور اللہ کے حضور شفاعت کرنے والا بنا لیتے ہیں، پھر اُن کے اُلوہیت کی خبر دینے والے نام [حاجت روا، مشکل کشا وغیرہ وغیرہ] رکھ لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ سوال کر رہے ہیں کہ ذرا بتاؤ کہ آخر وہ کون ہیں، اِن کو معبود بنا لینے کی کیا دلیل ہے؟

مال و دولت اور سامانِ زندگی ہم نے انھیں عنایت کیا ہے اُس میں سے اللہ کی خوش نودی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب یہ فضول بات سُنتے ہیں تو رحمان کے بندوں کی مانند یہ کہتے ہوئے علیحدہ ہو جاتے ہیں کہ بھائی، ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال؛ سلام تم پر! ہم جاہلوں کی طرح جھگڑنا نہیں چاہتے۔.... [مفہوم آیات ۵۲ تا ۵۵، سُورَۃُ الْقَصَص]

ہم دوبارہ سورہ رعد کی جانب پلٹتے ہیں۔ جہاں نبی ﷺ کی پیش کردہ دعوت کی تصدیق کے لیے نصاریٰ کے ایمان کو پیش کیا گیا۔ آگے چند مزید اہم باتیں ہیں اُن میں سے ایک یہ کہ ہم نے قرآن کو تمھاری زبان عربی میں نازل کیا ہے جو وضاحت سے تمھیں سمجھ میں آتی ہے، اس کے بعد لوگوں [کو سنانے کے لیے، حجت تمام کرنے کے لیے، نہ کہ تنبیہ کے لیے] کہا جارہا ہے کہ اگر لوگوں کی خوش نودی کے لیے، اکثریت کو دعوت کا ہم نوا بنانے کے لیے اُن کی خواہشات کا کوئی بھی لحاظ کیا گیا تو اللہ کی سزا اور انتقام سے بچانے والا آپؐ کو کوئی حمایتی نہ ملے گا۔

متقیوں [ڈرتے ہوئے پرہیزگاری سے زندگی گزارنے والوں] کے لیے آخرت میں جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل اور اُس کا سایہ دونوں ہی لازوال ہیں۔ متقیوں کا یہ قابلِ رشک انجام ہے، اس کے مقابلے میں منکرین کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ اے نبیؐ، جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اِس کتاب پر خوش ہیں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے، ساتھ ہی اِن کے کچھ دوسرے گروہوں میں اس کی بعض باتوں کے منکر ہیں۔ تم صاف کہہ دو کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ ہی کی اطاعت و عبادت کروں اور کسی کو اس کا ہم سر اور شریک نہ ٹھہراؤں۔ لہٰذا میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے واپس جانا ہے۔ یہی وہ ہدایتِ خاص ہے کہ جس کے ساتھ ہم نے یہ قرآن بہ زبانِ عربی تم پر نازل کیا ہے۔ اے نبیؐ، اب جب کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے، اگر آپ نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کی سزا اور انتقام سے بچانے والا آپ کو کوئی حمایتی نہ ملے گا۔.. مفہوم آیات ۳۵ تا ۳۷

تمام رسول بہر طور بشر ہی تھے اور اسی طرح خاتم النبیین ﷺ بھی

اگر اللہ تعالیٰ انسان کے بجائے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے تو مخاطبین یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ ہم تو انسان ہیں، فرشتوں کی مانند بے نفسی اور بے غرضی سے اطاعت و فرماں برداری نہیں

کر سکتے، اب جب اللہ نے اُن ہی کے درمیان سے ایک فرد کو نبی مقرر کر دیا تو اب منکرین یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا جیسا، اور وہ بھی بیوی بچوں والا ایک بشر کیوں کر نبی ہو سکتا ہے؟ ...... پہلے گزرے ہوئے شرک کے خوگر اور بغاوت پر آمادہ لوگوں نے بھی اپنے نبیوں سے یہی کہا تھا اور اُن کی موت کے بعد جب اُن کو منوں مٹی کے نیچے دفنا دیا گیا تو اُن کو اُلوہیت کے مرتبے پر پہنچانے کے لیے اُن کی موت کا انکار کر کے، اُن کو زندہ اور دعاؤں اور سلاموں کا سننے والا جانتے ہیں۔ زیرِ گفتگو اِسی سورہ میں یہ آیت آچکی ہے کہ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم پکارنا تو صرف اللہ ہی کو جائز ہے، جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے دعائیں کرتے ہیں وہ تو اِن کو جواب تک نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں نہ صرف نبی ﷺ کی بشریت کا تذکرہ کرتے ہیں بلکہ بیان میں آپ ﷺ کو مستقبل میں عطا ہونے والی موت کا بھی تذکرہ آجاتا ہے: وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

اے محمدؐ! تم سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسُول بھیجے اور اُن کو ہم نے [دیگر انسانوں کی مانند] بیوی بچوں والا ہی [۲۰] بنایا تھا۔ اور کسی رسُول کی بھی یہ طاقت، اختیار و مجال نہ تھی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ خود لا دکھاتا۔ لوحِ محفوظ میں اُمّ الکتاب تو اُسی اللہ کے پاس ہے۔ اللہ کی جانب سے ہر زمانے کے لیے ایک کتاب آتی رہی [۲۱]، پھر اللہ اُن کتابوں سے جو کچھ چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قایم رکھتا ہے [۲۲]۔ اے نبیؐ، جس بُرے انجام کی دھمکیاں ہم تمھاری قوم کے منکرین کو دے رہے ہیں اُس کا کوئی حصہ خواہ ہم تمھاری زندگی ہی میں دکھا دیں گے یا اس کے واقع ہونے سے پہلے ہم

---

۲۰ شہرِ مکہ کے منکرین کو تعجب ہے کہ رسول ہے تو یہ بیوی بچے کیوں اور وہ کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟

۲۱ ''اُمّ الکتاب'' کے معنی ہیں ''اصل کتاب'' یعنی وہ منبع و سرچشمہ جس سے تمام کتب آسمانی نکلی ہیں۔

۲۲ منکرین کہتے تھے کہ پہلے آئی ہوئی کتابیں جب موجود تھیں تو اس نئی کتاب کی کیا ضرورت تھی؟ تم کہتے ہو کہ ان میں تحریف ہو گئی ہے، اب وہ منسوخ ہیں اور اس نئی کتاب کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر خدا کی کتاب میں تحریف کیسے ہو سکتی ہے؟ خدا نے اس کی حفاظت کیوں نہ کی؟ اور کوئی خدائی کتاب منسوخ کیسے ہو سکتی ہے؟ تم کہتے ہو کہ یہ اُسی خدا کی کتاب ہے جس نے توراۃ و انجیل نازل کی تھیں۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ تمھارا طریقہ توراۃ کے بعض احکام کے خلاف ہے؟ مثلاً بعض چیزیں جنھیں توراۃ والے حرام کہتے ہیں تم انھیں حلال سمجھ کر کھاتے ہو۔ ان اعتراضات کے جوابات بعد کی سورتوں میں زیادہ تفصیل کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ یہاں ان کا صرف ایک مختصر جامع جواب دے کر چھوڑ دیا گیا ہے۔ [حاشیہ ۵۸ تفہیم القرآن]

تمھیں موت دے کر اُٹھا لیں گے، تمھارا کام صرف پیغامِ وحی کو پہنچا دینا ہے اور اِن کے اعتراضات و اعمال کا حساب لینا ہمارا کام ہے۔.................................. مفہوم آیات ۳۸ تا ۴۰

اختتامِ کلام: منکرین کو دنیا ہی میں جلد ناکامی کی وارننگ

حجاز کے طول و عرض میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی کوششوں سے جو دعوت کا چرچا ہوا ہے اُس کے نتیجے میں قریش کا، بتوں سے آلودہ کعبہ کے مجاوروں کا رعب و دبدبہ مستقل گھٹ رہا ہے۔ ایک طرف حبشہ تو دوسری جانب یمن اور تیسری جانب مکہ کے اطراف، یثرب کے قریبی علاقوں کے قبائل میں اسلام نفوذ کر رہا ہے، اس صورتِ حال میں اب اختتام کلام اس بات پر ہے کہ کیا منکرین کو نظر نہیں آرہا ہے کہ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ہم سرزمین کو کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں!....... کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ قریش ہوش میں آجائیں؟

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم اِس سرزمین [قریش کی جاہلی تہذیب کے رعب و دبدبے کے علاقے] کو کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں [23] اللہ ہی کی حکومت ہے، کوئی اس کے فیصلوں کو تبدیل یا معطل کرنے والا نہیں ہے، اور وہ بہت جلد حساب چکا دینے والا ہے۔ ماضی میں بھی قوموں نے بڑی بڑی چالیں چلیں مگر چالوں کا کارگر [فیصلہ کن یا نتیجہ خیز] ہونا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر آن، ہر متنفس کی کارکردگی سے آگاہ ہے، جلد ہی یہ کافر دیکھ لیں گے کہ آخرت کی کامیابی کس کو نصیب ہوتی ہے۔ یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ کی اور اُن لوگوں کی گواہی کافی ہے جن کے پاس آسمانی کتابوں کا علم ہے۔

☆☆☆☆☆

---

۲۳ حق کے مقابلے میں ان کے انکار اور طغیان کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادا کو ہم دُنیا میں مال و متاع سے نوازتے رہے، اور ان کو دِن لگ گئے [اوقات بھول گئے اور مغرور ہو گئے]۔ مگر کیا انھیں نوشتہ دیوار نظر نہیں آتا کہ ہم سرزمین مکہ میں اِن کی شان و سلطنت کو ہر طرف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں؟ کیا یہ اسی شان و شوکت سے حجاز کے طول و عرض میں غالب رہیں گے؟ [تفہیم القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۹-۷۰]